Open Access
Al Khadim Research Journal
Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235
ISSN (PRINT): 2710-0227

ARJICC, Vol: 2, Issue: 2,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjicc.u8-v2.2(21)114-136
http://arjicc.com/index.php/arjicc

توحید کا رنگ اور اردو کی مختلف شعری اصناف

Shade of Tauheed and different genres of Urdu poetry

Azhar Hussain Naqvi*
Abdul Ghafoor Baloch**

Abstract

In its essence Tauheed (the Islamic doctrine of monotheism, the only one creator), is the foundation of all Islamic beliefs. The essence of sending the Prophets and the day of judgement and the life after death all these beliefs are based on Oneness of "God". Hence when we take a glance on the literature of the period, between 1759 A.D. (1174 A.H.) and 1806 A.D. (1221 A.H.), which is that of the Moghul era, i.e., the literature of Aali Gohar Shah Alam era, we see that during this period alongside the development of Urdu prose, the effects of doctrine of Tauheed had begun to show in its poetry in the form of Hamd (hymns in praise of Allah). Moghul era, during which Urdu poetry was progressing and was being written in its different forms like Masnavi, Ghazal, Nazm, Rubaee, Qaseeda etc., renowned poets like Meer Hasan, Jurrat, Inshaa, Mushafi, Rangeen, Qudrat, Baqaa, Hazeen, Baidar, Bayan, Rasikh, Hidayat and others apart from writing on other subjects also laid their hands on divine topics in which the shade of monotheistic couplets were quite evident and profound. Amongst the aforementioned poets Meer Hasan was such an archetype artist who used to paint with his words, the picture of an incident with such an efficiency, delicacy, adeptness and completeness that it would appear to be a picture in front of the eyes of the reader. He was basically a poet with divine inclination and hailed from a religious family which is the reason that Tauheed is reflected everywhere in his different forms of poetry like Masnavis, Rubayees, Ghazals and Qaseedas. Masnavi is prominent in religious poetry owing to the fact that there is a continuity specific to it, which is less visible in other forms of poetry. Hence for a poet it is the easiest and beneficial form to explain an incident or subject. In our observation, when we are in search of religious and Godly shade in the works of poets, we mostly come across samples of Masnavi.

Key words: Tauheed, Masnavi, Hamd, Hymns.

تمہید

منتخبہ موضوع کے لیے مغلیہ عہد کے شعراء کا ۴۷ سال کا عرصہ ۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء مختص کیا گیا ہے جو کہ عالی گوہر شاہ عالم کا عہد ہے۔ ہم نے اس عہد میں پائے جانے والے اردو شعراء تلاش کیے ہیں اور ان کے متعلقہ توحیدی کلام کو ان کی برتی جانے والی اصناف میں دیکھا ہے۔

بہت سے پیرائے جو ہمیں تشنہ نظر آئے، ان میں ایک پیرایہ یہ بھی تھا کہ ہم نے اپنے مایۂ ناز شعرائے اردو زبان اور اس میں چھپے ہوئے لعل و جواہر کہ جس میں شعراء نے اپنے تقاضائے ایمانی کا اظہار کیا، ان کو یکجا کر لیا جائے تو آئندہ آنے والوں کے لیے بعض راہیں کھل سکتی ہیں۔ لہذا ہم نے اپنے آرٹیکل کے لیے اس کا انتخاب کر لیا اور اس میں بھی ابھی اس سے بہتر کاوش کی گنجائش باقی ہے لیکن ہم نے ایک ابتدا کی ہے، امید

* Ph. D Scholar, Dept.of Islamic Learning Federal Urdu University, Karachi.
Email: researchscholar110@gmail.com, https://orcid.org/0000-0003-0906-0854).
** Ex. Dean, Faculty.of Islamic Learning, Federal Urdu University, Karachi.
Email: draglashri@gmail.com, http://orcid.org/0000-0002-2871-0421.

ہے نئے آنے والے اس پر مزید کام کر لیں گے۔

یہ فکر کا ایک اچھوتا پہلو تھا، اس لیے ہم نے اس کو چھیڑ دیا ہے اور ایک دانشور کی جو کاوش ہوتی ہے، حتی الامکان وہ ہم نے پوری کر دی ہے۔ آگے آنے والے دانشوروں اور صاحبان ذوق کے لیے ایک دروازہ کھولا ہے، اس میں ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا رہے گا کہ ہماری تاریخ میں اردو زبان، اردو اصناف سخن اور اردو شعراء نے اپنے قلبی جذبات ایمانی کو کب کب کس کس طریقے سے سمویا اور کس طرح اپنے عقیدۂ توحید کو اپنے کلام میں زندہ رکھنے کی کوشش کی۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنے موضوع پر آگے بڑھیں ہمارے ذہن میں قرآن مجید کی ایک آیت اپنی پوری توانائی کے ساتھ مہک رہی ہے۔

"صبغة الله ومن احسن من الله صبغة و نحن له عبدون"(۱)

رنگ تو خدا ہی کا رنگ ہے جس میں تم رنگے گئے اور خدائی رنگ سے بہتر کون رنگ ہو گا اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

"امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صبغۃ اللہ سے مراد اللہ کا دین ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمۃ اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ صبغۃ اللہ سے مراد اللہ کی فطرت ہے اور اس فطرت سے مراد وہ فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا، "اے موسی! کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے۔" فرمایا، "اللہ سے ڈرو، اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو ندا دی، "اے موسی! وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تیرا رب رنگ کرتا ہے۔ آپ کہہ دیجیے، ہاں میں سرخ، سفید اور سیاہ رنگ کرتا ہوں، تمام رنگ میرے رنگنے میں ہیں۔" اور اللہ تعالی نے اپنے نبی مکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔"(۲)

مذکورہ آیت اور روایت کی روشنی میں "انسان کو اپنی زندگی میں کوئی ایک طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے۔ تمام طریقوں میں خدائی طریقۂ کار ہی سب سے بہتر ہے خدائی طریقۂ کار ہی خدائی رنگ ہے واضح بات ہے کہ جب تک ہم نسلی، قومی، قبائلی اور خواہشات نفسانی کے رنگ کو دھونہ ڈالیں، اس وقت تک وحدت اور تسلیم امر الہی کے رنگ میں نہیں رنگے جا سکیں گے۔ ہر رنگ وقت کے ساتھ ساتھ پھیکا پڑ جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے لیکن خدائی رنگ اور پائیدار ہوتا جاتا ہے۔

اہل یہود نے اپنی اولاد کو مخصوص حالات اور خاص نظریات میں پروان چڑھایا جیسے ایک خاص پانی سے دھویا ہو اور پھر انھیں ایک خاص مذہبی رنگ میں رنگ دیا ہو۔

بہترین رنگ وہ ہے جو اچھا نظر آئے اور تادیر باقی رہے۔ اولیاء اللہ کی نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔ ایسا رنگ جو فطرت اور منطق کے ساتھ ہم رنگ ہو، اسی کا خریدار خدا تعالی اور اس کی قیمت جنت ہے۔

قبیلہ، نسل، نسب، زبان، جلد یا بدیر نابود ہو جائیں گے لیکن وہ جو ابدی اور باقی ہے وہی رنگ صبغۃ اللہ ہے جسے دوسرے معنی میں اخلاص اور ایمان کہنا چاہیے۔"(۳)

آیت کے حوالے سے مذکورہ ظاہری ترجمہ اور وضاحت یہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پروردگار عالم نے انسان کو فطرت اسلام پر ہی پیدا کیا ہے جو کہ انسان کا باطن حقیقی ہے وہ اسی فکر اور اسی نہج کی گواہی دیتا ہے کہ جو اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہے۔

انسان کے اندر اللہ تعالی نے جو لطیف جذبات رکھے ہیں اور لطیف صلاحیتیں پیدا کی ہیں ان میں شاعری بھی ایک لطیف صلاحیت ہے اور جس کا اظہار شعراء نے اللہ کی مدح سرائی اور اللہ کے اور اپنے تعلق کے سلسلے میں کیا ہے۔

جب ہم اردو کی اصناف سخن پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں زیادہ تر مندرجہ ذیل اصناف میں توحید کے رنگ اور کیفیات نظر آتی ہیں۔

حمد، مناجات، قصیدہ، غزل، رباعی، مثنوی اور دیگر روایتی نظمیں۔

ایک بہتر ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جن اصناف سخن پر بات کر رہے ہیں ان میں پہلے ہر ایک صنف کی تشریح کر دی جائے اور پھر اس صنف میں پائے جانے والے توحید کے رنگوں پر مشتمل اشعار پیش کر دیئے جائیں۔

اصناف سخن

مثنوی:

"اصطلاح شعراء میں ''مثنوی''اس مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کی ہر بیت کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور سب اشعار ایک ہی بحر میں ہوں مناظر قدرت، فلسفہ و تصوف کے طویل مباحث، حسن و عشق اور رزم و بزم کی داستانیں اس صنف سخن میں بخوبی نظم ہو سکتی ہیں اور واقعہ نگاری کے لیے اس نوع سے بہتر مشرق کی شاعری میں کوئی اسلوب نہیں ہے۔"(۴)

"مثنوی کے لغوی معنی دو دو والا۔ نظم کی ایک قسم جس میں کوئی مسلسل بات بیان کی جاتی ہے اس میں ہر شعر کا قافیہ جدا لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہوتی۔"(۵)

غزل:

"غزل بنیادی طور پر عشقیہ شاعری ہے لیکن رودکی سے لیکر ناصر کاظمی تک ایک ہزار سال کے طویل عرصے میں غزل میں مضامین کے اعتبار سے اس قدر وسعت پیدا ہو چکی ہے کہ آج عشق و محبت، فکر و فلسفہ، دین و اخلاق، عرفان و تصوف، سیاست اور معیشت، نفسیاتی اور سماجی مسائل، کائنات کی وسعتیں اور باطن کی گہرائیاں غرض یہ کہ حیات و کائنات کا ہر پہلو غزل گو شعراء کی دسترس میں ہے۔

غزل کا ہر شعر معنوی اعتبار سے اپنی جگہ پر ایک مکمل حیثیت رکھتا ہے غزل کے کسی شعر کے لیے لازم نہیں کہ وہ ما قبل اور مابعد کے شعر کے ساتھ اپنے منطقی مفہوم کے اعتبار سے مربوط ہو۔ گویا غزل متحد الوزن اور متحد القوافی مگر مختلف الموضوع ابیات کا ایک سلسلہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غزل کا کوئی عنوان تجویز نہیں کیا جاتا۔ تاہم اچھی غزلیں ایک مرکزی کیفیت احساس کی پابند ہوتی ہیں جو کسی حد تک وحدت تاثر کا

باعث بنتا ہے۔"[6]

رباعی:

"رباعی شاعرانہ اصطلاح میں اس صنف کا نام ہے جس کے چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کا وزن مخصوص ہے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ لانا ضروری ہے تیسرے مصرعے میں اگر قافیہ لایا جائے تو کوئی عیب نہیں رباعی کے موضوعات کا کوئی تعین نہیں، اردو فارسی کے شعراء نے ہر قسم کے خیال کو نظم کیا ہے رباعی کے آخری دو مصرعوں بالخصوص چوتھے مصرعے پر پوری رباعی کے حسن و اثر اور زور کا دارومدار ہے چنانچہ علمائے ادب اور فصحائے سخن نے ان امور کو ضروری قرار دیا ہے۔"[7]

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ" اگر اس بحر کے علاوہ کسی بحر میں چار مصرعے کہے جائیں تو رباعی کی تعریف میں نہیں آئیں گے۔

قصیدہ:

"قصیدہ ہیئت کے لحاظ سے اردو فارسی اور عربی شاعری کی ایک صنف سخن ہے لیکن فارسی شاعری میں قصیدے کی ہیئت کو امراء و سلاطین کی مدح و ستائش کے لیے اس کثرت سے استعمال کیا گیا کہ قصیدہ مدح کا مترادف سمجھا جانے لگا۔

☆ قصیدے کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

☆ فنی اعتبار سے مدحیہ قصیدے کا ڈھانچہ حسب ذیل چار ارکان یا اجزاء سے ترتیب پاتا ہے۔

۱۔ تشبیب، ۲۔ گریز، ۳۔ مدح، ۴۔ دعا"[8]

۱۔ تشبیب:

تشبیب کے معنی تذکرۂ شباب اور صفت محبوب کے ہیں چوں کہ قصیدے کی تمہید میں ان باتوں کا ذکر ہوتا ہے اس لیے اسے تشبیب کہتے ہیں بعد میں اگرچہ تشبیب کے لیے عشق و جوانی کے موضوعات کی قید نہ رہی لیکن قصیدے کی تمہید کا یہ اصطلاحی نام برقرار رہا۔

۲۔ گریز:

تشبیب کے بعد گریز کا مرحلہ آتا ہے یعنی بے ساختہ انداز میں ممدوح کا ذکر چھیڑنے کا مرحلہ۔

۳۔ مدح:

یہ قصیدے کا تیسرا مرحلہ ہے جس میں قصیدہ نگار ممدوح کی کھل کر تعریف کرتا ہے۔

۴۔ دعاء:

قصیدے کا چوتھا اور آخری حصہ ہے جس میں شاعر ممدوح کی درازیٔ عمر، وسعت رزق اور اس کی توفیقات میں اضافے کی دعا کرتا ہے بحیثیت مجموعی جب ہم اردو کے پرانے قصائد پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ شعراء قصیدہ لکھنے کے لیے راجہ و مہاراجہ، نوابوں اور جاگیرداروں کا انتخاب کرتے تھے اور قصیدہ لکھنے سے ان کا مقصد یا وظیفہ جاری کروانا ہوتا تھا یا جاگیریں اپنے نام کروانی ہوتی تھیں۔ لہذا کچھ تعریفیں ماورائے

حقیقت بھی ہوتی تھیں۔

اصناف سخن کی ضروری تعریفات کے بعد اب ہم منتخب شعراء کا تعارف اور حمدیہ کلام کے کچھ نمونے پیش کریں گے اور مناسب تشریحات بھی قلم بند کریں گے۔

میر حسنؔ:

"غلام حسن نام حسنؔ تخلص۔ دہلی کے خاص باشندے تھے۔

میر حسنؔ ۱۱۴۰ھ بمطابق ۱۷۲۷ء کو بمقام سید واڑہ پرانی دلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد میر غلام حسین ضاحکؔ سے تعلیم پائی اور ۱۲۰۱ھ میں انتقال کیا۔"(۹)

میر حسنؔ کی معروف مثنویات میں سحر البیان، گلزار ارم، رموز العارفین و دیگر ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

سحر البیان

کروں پہلے توحید یزداں رقم
جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

حمد کی منزل میں تحریر کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے پہلے مالک حقیقی کی شان کبریائی بیان کروں، جس کی تسبیح لوح و قلم اور ہر شے کر رہی ہے:

"یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض۔"(۱۰)

سرِ لوح پر رکھ بیاضِ جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں

اور تختی پر اپنی پیشانی کی بیاض کو رکھ کر قلم کہہ رہا ہے کہ واقعی کوئی تجھ سا نہیں۔ "لیس کمثلہ شیء"(۱۱)

بات یہیں تک نہیں بلکہ گویا قلم نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھا کر اس بات کا اعتراف کیا کہ اے رب کریم تو سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

نہیں تیرا کوئی نہ ہو گا شریک
تری ذات ہے وحدہ لاشریک

بے شک نہ تیرا کوئی ہمسر ہے اور نہ تیرا کوئی شریک۔ تیری ذات بلاشک وشبہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

پرستش کے قابل ہے تو اے کریم
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم

اے کریم تو ہی پرستش کے قابل ہے کہ تیری ذات وہ ذات ہے کہ جو اپنی مخلوق کی خطاؤں کو بخشنے والی اور ان پر بے حد مہربان ہے۔

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے

قلم جو لکھے اس سے افزود ہے

اے اللہ تو ایسا لائق پرستش ہے کہ جو حق ہی حق اور صدق ہی صدق ہے اور تری شان اس سے بالاتر ہے جو بیان کی جائے۔

سبھوں کا وہی دین وایمان ہے
یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے

تو ہی کائنات کی ہر مخلوق کا دین وایمان ہے اور تو ہی ان کے دلوں کی جان ہے۔

موئے پر نہیں اس سے رفت و گزشت
اسی کی طرف سب کی ہے بازگشت

ایسا نہیں ہے کہ انسان کے مر جانے کے بعد اس کا تعلق خدائے ذوالجلال سے ختم ہو جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کی واپسی اسی کی طرف ہے اور وہی مرجع الامور ہے۔

رہا کون اور کس کی بابت رہی!
موئے اور جیتے وہی ہے وہی

اس کائنات میں کون باقی رہا اور کس کا کس سے رشتہ باقی رہا لیکن خدائے کریم کی ذات وہ اٹل ذات ہے کہ جس کی مرنے اور جینے میں کارفرمائی باقی اور لافانی ہے۔ باالفاظ دیگر مخلوق کی ابتداء بھی اللہ ہی کی ذات سے ہے اور انتہا بھی اللہ ہی کی ذات پر ہے۔

نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار
یہ سب اس کے عالم ہیں ہژدہ ہزار

وہ کائنات کے ذرے ذرے میں چھپا ہوا بھی ہے اور ہر ذرے میں ظاہر بھی ہے۔ یہ ۱۸ ہزار دنیائیں اسی کے مظاہر قدرت ہیں۔

چمن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل
کہ مشتاق ہیں جس کے یاں جزو کل

باغ توحید میں اللہ ہی کی وہ ذات ہے جو ایک بے مثال و بے نظیر پھول کی طرح ہے اور کائنات کے تمام جزو کل اسی کے عشق میں مبتلا ہیں۔

جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام

وہ مالک کون و مکاں اور مختار کل ہے جسے چاہے جنت عطا کر دے اور جسے چاہے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے پھینک دے۔

اسی کی نظر سے ہے ہم سب کی دید
اسی کے سخن پر ہے گفت وشنید

ہمارا وجود اور اس وجود کا نظر آنا اللہ تبارک و تعالی کے کرم ہی سے ہے اگر اس کی چشم عنایت ایک لمحے کے لیے بھی ہم سے پھر جائے تو ہمارا وجود نابود ہو جائے گا۔ ہمارا تمام کہنا، سننا ہماری گفتگو ہماری سماعت ہر چیز اس کے سخن یعنی قرآن کریم کے حوالے سے ہے باالفاظ دیگر یہ قرآن مجید ہی کا معجزہ ہے کہ آج ہم نطق کرنے کے قابل ہیں۔

نہیں اس سے خالی غرض کوئی شے
وہ کچھ شے نہیں پر ہر اک شے میں ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ارض و سماوات کی کوئی چیز اس کے وجود کی حقانیت سے خالی نہیں اور اس کا وجود کسی شے سے نہیں بنا ہے مگر لطف یہ ہے کہ وہ اپنی خلقت کی ہر چیز میں موجود ہے۔

کہ عاجز ہے یاں انبیاء کی زباں
زبان قلم کو یہ قدرت کہاں (۱۲)

اللہ سبحانہٗ و تعالی کی تعریف و توصیف بیان کرنے سے تو انبیاء کی بھی زبان عاجز ہے۔ وہ انبیاء و مرسلین جو براہ راست وحی خالق حقیقی سے علم و رشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ چہ جائے کہ عام انسان کا قلم! اسے بھلا اتنی قدرت و صلاحیت کہاں حاصل کہ وہ حمد پروردگار کا حق ادا کر سکے۔

میر حسنؔ کی مثنوی سحر البیان کے ان اشعار میں عقیدۂ توحید اپنی انتہائی نزاکتوں، باریکیوں اور معراج پر نظر آتا ہے۔

گر کیجے رقم کچھ تری وحدت کے بیاں کا
تو چاہیے خامہ بھی اسے ایک زباں کا

اگر تیری توحید کے حوالے سے کوئی بات تحریر بھی کی جائے تو پھر حق بیاں یہ ہے کہ جس قلم سے لکھا جائے وہ قلم صرف ایک زبان رکھتا ہو۔ (پرانے زمانے میں جب سرکنڈوں کے قلم بنائے جاتے تھے تو قلم کی نوک کو بیچ میں سے شگافتہ کر دیا جاتا تھا جس سے قلم کی ایک زبان دو زبانوں میں منقسم ہو جاتی تھی) یہاں اگر ہم گہرائی سے غور کریں تو شاعر کی مراد خامے سے یا دل ہو سکتی ہے یا دماغ اور توحید لکھنے کے لیے دل یا دماغ توحید کی معنویت، معرفت اور کیفیت میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیے۔ یعنی تصور شرک سے بالکل پاک۔

سر دیوے گا جس دم تو حسن تیغ کو اس کی
اسرار کھلے گا تبھی اس سر نہاں کا (۱۳)

اگر اس شعر کی مختصر ترین وضاحت کی جائے تو وہ یہ ہو گی کہ شہادت کی منزل ہی وہ منزل ہے جہاں شہید پر اسرار ربوبیت آشکار ہوتے ہیں اس شعر کی ایک جہت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جنھوں نے اپنے محبوب حقیقی کو جان کے نذرانے پیش کیے وہی لوگ مقام توحید اور حق توحید سے واقف تھے۔

"ظاہر بھی تو ہے اور نہاں بھی تو ہے

معنی بھی تو ہے اور بیاں بھی تو ہے

دونوں عالم میں تجھ سے سوا کوئی نہیں

یاں بھی تو ہے اور وہاں بھی تو ہے "(۱۴)

میر حسنؔ کی اس رباعی میں شان وحدت الوجود اپنی پوری توانائی سے جلوہ گر ہوئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اے رب ذوالجلال والاکرام تو ہی ہر شے میں ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی گویا تو ہر بات کے معنی میں بھی ہے اور اس بات کے اظہار میں بھی تیری ہی ذات کے جلوے نمایاں ہیں۔عالم اجسام ہو یا عالم ارواح (دنیا و آخرت) نہ تو کوئی تجھ سے بڑا ہے اور نہ تیرے علاوہ ہے یعنی ہر جگہ تیری ہی کارفرمائی ہے۔

رنگینؔ

"سعادت یار خاں (رنگین) سرہند میں ۱۱۷۰ھ کے آس پاس پیدا ہوئے۔ان کے والد محکم الدولہ میرزا طہماسپ بیگ خاں اعتقاد جنگ تورانی تھے جو ہندوستان چلے آئے تھے۔

سعادت یار خاں کی تعلیم و تربیت اور نشوونما دلی میں ہوئی۔اپنے جگری دوست انشاءؔ کی طرح رنگینؔ کا آخری حصۂ عمر تنگی سے بسر ہوا۔جب جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے تو نواب باندہ کے یہاں چابک سواروں میں ملازم تھے۔"(۱۵)

رنگینؔ اردو شاعری کی صنف "ریختی" کے لیے معروف ہیں۔

"ڈر کے رکھ بحر مجازی میں نہ گام

ڈوب جا عشق حقیقی میں تمام "(۱۶)

رنگینؔ اپنے گہرے عاشقانہ تجربے کی بنیاد پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چوں کہ عشق مجازی میں خطرات ہی خطرات ہیں اور محبوب مجازی کے بے وفا ہو جانے کے امکانات بھی پائے جاتے ہیں نہ صرف یہ کہ بے وفا بلکہ جس سے عشق کیا جارہا ہے اس کے فنا ہو جانے کا امکان بھی ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ مجازی سمندر میں اترنے سے کہیں زیادہ محفوظ اور مفید (دنیا و آخرت میں) یہ ہے کہ انسان خدائے لم یزل ولا یزال سے عشق کرے اور اپنے لافانی محبوب کی محبت میں بام بقا حاصل کر لے۔

ہے سزاوار حمد کے وہ خدا

جس نے پیدا کیے ہیں ارض و سما

شاعر کہتا ہے کہ یقیناً حمد کے لائق وہی خدائے بزرگ و برتر ہے جس نے زمینوں اور آسمانوں کو بنایا(قرآن میں ایک جگہ آیا ہے کہ ارض و سماوات کو خلق کرنا انسانوں کو خلق کرنے سے زیادہ مشکل کام تھا)

دیکھ تو ہے ہر اک میں کیا صنعت

کوئی بھی شے ہے اس کی بے حکمت

شاعر انسان کو دعوت نظر دے رہا ہے کہ وہ ہر چیز میں ذرا اللہ تعالی کی صناعی کے کمالات تو دیکھے اسے یقین آجائے گا کہ اللہ نے ہر چیز کو انتہائی شعور اور حکمت کے ساتھ خلق کیا ہے۔

شمع جو مہر و مہ کی اس میں ہیں دو
روشن اک شب ہو، اک جلے دن کو

مثال کے طور پر انسان ذرا سورج اور چاند کے چراغوں کو دیکھے کیا حکمت اور باقاعدگی سے وہ دن کو اور رات کو روشن کرتے ہیں اور اللہ کی معرفت نور کے لیے سامان فراہم کرتے ہیں۔

سوخت ہوتے ہیں عقل کے واں پر
کرے عقل اس طرف کو منہ کیوں کر

اللہ تبارک و تعالی کی ذات کی جہتوں کی دنیا اتنی وسیع و عریض ہے کہ طائر عقل کی پرواز کو اس کی منزل پانا دشوار ہے وہ ایک ایسی دنیا ہے کہ جہاں انسان کے عقل و شعور کی پرواز بے بس نظر آتی ہے گویا وہاں عقل کے پر جل جاتے ہیں اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

کوئی اس کا شریک کار نہیں
واں کسی کا کچھ اختیار نہیں

رب ذوالجلال والاکرام کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ جو چاہتا ہے اپنی مرضی اور اپنی حکمت کی بنیاد پر کرتا ہے اس کی قدرت میں کسی کو نہ کوئی دخل ہے نہ کوئی اختیار ہے کائنات کی کوئی مخلوق اسے کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

ہم پہ بھیجا ہے اس نے پیغمبر
تا کہ ہوئے ہمارا وہ رہبر (۱۷)

شاعر جذبۂ تشکر میں آگے چل کر کہتے ہیں کہ وہ اس قدر مہربان ہے کہ اس نے انسان کی ہدایت کے لیے ایک کے بعد ایک ہادی و پیغمبر اور راستہ دکھانے والے بھیجے تا کہ وہ انسان کو صراط مستقیم کی تعلیم دے سکیں تا کہ انسان گمراہی اور ضلالت سے بچ سکے۔

قدرتؔ:

"قدرتؔ تخلص۔ محمد قدرت اللہ خان نام۔ آپ محمد کامل صدیقی کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔

۱۱۹۹ھ ہجری میں قصبہ گوپامؤ میں قدرت صاحب ترجمہ کی ولادت ہوئی۔ آپ زمانۂ عقل و شعور میں تحصیل علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی وفات کی تاریخ و سنہ معلوم نہیں ہوا۔" (۱۸)

"لکھوں پہلے توحید پروردگار
بنائے ہیں جس نے یہ نقش و نگار
قدیر اور صانع ہے وہ کردگار
کیے جس نے پیدا خزاں و بہار
مقدر ہے قادر ہے خلاق ہے
خداوند عالم ہی رزاق ہے
خداوند ہی سب سے وہ لا مثال
اسے ہر طرح کا ہے ثابت کمال
جدھر کیجیے چشم دل سے نظر
اسی کی ہی قدرت عیاں سر بسر

یہ اس نے کیا گرم بازار حسن
کہ زاہد تلک ہیں گرفتار حسن
وہ چاہے تو اک پل میں عزت بڑھائے
جسے چاہے اکدم میں ذلت دکھائے
وہ ہے احکم الحاکمین جہاں
کہ ہے اس کا جلوہ جہاں میں عیاں
کہاں ہو سکے وصف اس کا رقم
کہ ہے لال اعجاز بان قلم
جو اس کو کرے گا شب و روز یاد
وہ لاریب پاوے گا اپنی مراد"(۱۹)

اگر یہ کہا جائے کہ اس مثنوی میں اکثر اشعار سہل ممتنع (صنعت شعری) میں ہیں تو غلط نہ ہو گا کیوں کہ مذکورہ اشعار کے معنی اتنے واضح ہیں کہ جن کی مزید وضاحت کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی پہلے شعر سے آخری شعر تک شاعر رب ذوالجلال کی عظیم صناعی، قدرت کاملہ، رزاقی، خلاقی، بے مثالی اس کے بے پناہ جمال و کمال اور مخلوقات پر اس کے رحم و کرم کا ذکر کرتا ہے اپنے رب کی یاد کا انعام بیان کرتا ہے اور

کہتا ہے کہ جو اس کو یاد رکھے گا اللہ تبارک و تعالی یقیناً اس کی مراد پوری کرے گا۔

"نہ ملا پر وہ بے نشاں نہ ملا
فکر میں اس کی اک جہان رہا"(۲۰)

اس شعر میں شاعر یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اللہ تعالی کی ہستی ایک ایسی بلند و بالا اور اعلی مرتبت ذات ہے کہ وہ انسان کے فکر و خیال میں سما ہی نہیں سکتی ہے اس کی ذات کا ادراک انسان کے فکر و خیال کے لیے نہایت ہی مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے کیوں کہ اس کی ذات تمام عقلوں سے ماورا ہے پوری دنیا بھی مل کر اس کی ذات کی حقیقت جاننا چاہے تو اس تک رسائی ممکن نہیں ہے یہ طے ہے کہ مخلوق کبھی خالق تک نہیں پہنچ سکتی۔ یہ الگ بات ہے کہ ساری کائنات اس کی متلاشی اور تمنائی ہے۔

مصحفی:

"مصحفی نے تذکرۂ ریاض الفصحا میں جو غالبا ۱۲۳۶ھ میں ختم ہوا۔ اپنی عمر تخمیناً (۸۰) سال بتائی ہے۔
القصہ سنہ ولادت۔ ۱۱۶۴ھ ہے نہ ۱۱۵۶ھ بلکہ قرائن سے ۱۱۶۱ھ ہو سکتا ہے جب سلطنت مغلیہ کا زوال خاطر خواہ ہو چکا تھا۔
مصحفی کا عہد طفولیت امروہہ میں گزرا اور ابتدائی تعلیم بھی یہیں ہوئی۔ بلکہ شعر گوئی کی بسم اللہ بھی یہیں ہوئی۔
اور ۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔"(۲۱)
مصحفی کی پیشہ ورانہ زبان فارسی اور اردو تھی۔

نہ کر اے مصحفی روزی کا شکوہ
خدا بیزار ہوتا ہے گلے سے

قرآن مجید کے مطابق اللہ تبارک و تعالی کا یہ اختیار کل ہے کہ وہ جس کی روزی چاہے کشادہ کر دے اور جس کی چاہے تنگ کر دے لہذا روزی کی کمی کا شکوہ مشیت خدا کے خلاف ہے اور جو چیز مشیت خدا کے خلاف ہو اس سے یقیناً خدا بیزار اور ناراض ہو گا۔ اس کا وعدہ ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمھاری نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو ہمارا عذاب شدید ہے۔

سنے ہے مصحفی! اب تکیہ کر کے بر رزاق
تو بیٹھ رہ کہ نہیں تیرے روزگار کے دن(۲۲)

مصحفی کا یہ شعر اللہ کی رزاقی پر یقین کی دلیل ہے وہ فرما رہے ہیں کہ چوں کہ تو ضعیف ہو چکا ہے اور کام کاج کرنے کے پہلے کی طرح لائق نہیں رہا ہے تو اب تجھ پر لازم ہے کہ مکمل طور پر اللہ کی رزاقی پر توکل کر اور شکر کو بڑھا کے اس کی نعمتوں کے بڑھنے کا انتظام کر۔

"یارب نہ گرفتار بلا رکھ مجھ کو
دن رات نہ اتنا بھی خفا رکھ مجھ کو

آمیزش نیک و بد مرے حق میں ہے سم

رکھ سب میں ولے سب سے جدا رکھ مجھ کو"(۲۳)

مصحفیؔ اس رباعی میں بڑی باریکی سے فرماتے ہیں کہ معاشرہ خیر وشر کی ملاوٹ سے بھرا ہوا ہے جس نے مجھے غیر مطمئن اور ناراض رکھا ہوا ہے تو اے میرے رب چوں کہ خیر وشر اور نیک و بد کی یہ ملاوٹ میرے جیسے حسنات کے متلاشی شخص کے لیے زہر کی طرح ہے اس لیے مجھے اس صورت حال سے محفوظ کر دے تاکہ اس خراب معاشرے میں رہتے ہوئے بھی خیر کا نمائندہ بن کے رہوں اور سب سے الگ رہوں۔

خیر وشر کے حوالے سے مصحفیؔ کی یہ رباعی ایک منفرد انداز رکھتی ہے۔

"ہستی جسے کہتے ہیں سو وہ ہے اک دم

اور سمجھے جو تو اول و آخر ہے عدم

اس دم کو تو رائیگاں نہ کھو دیوانے

گریہ بھی نہ ہو گا تو کہاں کا عالم "(۲۴)

مصحفیؔ کہتے ہیں کہ انسان کی ہستی محض ایک دم ہے یہ ایک دم یا ایک لمحہ ازل اور ابد کے درمیان موجود ہے اس سے پہلے اور بعد میں صرف عدم ہی عدم ہے۔ لہذا جس نے اپنی ہستی کا ادراک نہ کیا اور اللہ کے عطا کیے ہوئے قیمتی سانسوں کو کار خیر میں استعمال نہیں کیا تو اس نے زندگی جیسی انمول نعمت کو ضائع و بیکار کیا۔ تو پھر ایسے شخص کے لیے دنیا میں ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

جرأتؔ:

"شیخ قلندر بخش ۱۱۶۲ھ —— ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء —— ۱۸۰۹ء

جن کی عرفیت یحییٰ امان اور تخلص جرأتؔ تھا دلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ امان تھا۔

شیخ قلندر بخش جرأتؔ کا خاندان دہلی کا قدیم اور معزز خاندان تھا۔"(۲۵)

جرأتؔ کی شاعری کا مخصوص رنگ معاملہ بندی ہے جو دبستان دہلی کی اہم ترین خصوصیت ہے۔

وہ اپنی شاعری میں محبوب کے ساتھ معاملہ بندی کے مضمون کے حوالے سے خاصے معروف تھے۔

" گر کیجے ارادہ تری قدرت کے رقم کا

تو پہلے ہی سر سجدے میں جھک جائے قلم کا"(۲۶)

جرأتؔ بارگاہ ایزدی میں اپنے عجز بیان کا اظہار بڑی خوبصورتی اور چابک دستی سے مندرجہ بالا مطلع میں کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم جیسے ہی رب ذوالجلال کی قدرت پر لکھنا چاہتے ہیں تو ہماری بے بسی کا عالم یہ ہے کہ قلم سجدے میں گر جاتا ہے قلم کا سجدے میں گرنا اپنے عجز اظہار کے بیان کا خوبصورت اور نازک اشارہ ہے۔

"جو پائے اسے دل ہی میں اے برہمن و شیخ

نے دیر کا طالب وہ رہے پھر، نہ حرم کا"(۲۷)

یہاں جرأتؔ ہندو اور مسلمان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ جس انسان کے دل میں اللہ بس جائے تو پھر اسے کسی مندر یا مسجد کی ضرورت نہیں رہتی اگر وہ برہمن ہے تو اس کا دل مندر بن جاتا ہے اور اگر مسلم ہے تو دل مسجد بن جاتا ہے۔

"بندے سے ہو کب بیان اوصاف خدا

قطرہ کیا کہہ سکے صفات دریا

کن کہنے میں ہو گیا سبھی کچھ موجود

حقا کہ تو ہی ہے مالک ارض و سما"(۲۸)

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنے سے بندہ عاجز و قاصر ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک قطرہ دریا کی نہ تو وسعت بیان کر سکتا ہے اور نہ گہرائی۔ اور نہ ہی اس کی مواجی اور روانی پر بات کر سکتا ہے۔ وہ ذات جو ارادۂ تخلیق کرے (کن کہے یعنی "ہو جا" کہے) تو ہزاروں کائناتیں وجود میں آجائیں تو اس سے یہ پتا لگانا آسان ہے کہ بے شک خدا ہی کی ذات خالق ارض و سما بھی ہے اور مالک ارض و سما بھی ہے اسی کا اختیار ہے جو ذرہ ذرہ پر چلتا ہے ہر چیز اسی کی محکوم ہے۔

بیدارؔ:

"بیدارؔ ۱۱۴۰ھ تا ۱۲۰۹ھ کے نامور شاعر ہیں ان کی ہستی شاعرانہ حیثیت سے اس دور کے شعراء میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی تھی اور ان کا کلام اس عہد کی شاعرانہ خصوصیات کا عمدہ اور بہترین نمونہ ہے۔

بیدارؔ کے اصل نام میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے بعض نے میر محمدی لکھا ہے اور بعض محمد علی بتاتے ہیں۔ لیکن میر محمدی بیدارؔ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

بیدارؔ اسی خاک پاک کے رہنے والے ہیں جس کا نام شاہ جہاں آباد دہلی، اور عرف عام "دلی" ہے۔ جو یادش بخیر ایک بڑی مدت تک پورے ہندوستان میں ادب و شعر کا گہوارہ رہ چکی ہے۔"(۲۹)

ہے نام ترا باعث ایجاد رقم کا

محتاج نہیں وصف ترا لوح و قلم کا

بیدارؔ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا وجود میں آنا جو ہے وہ تیرے نام کے باعث ہے یعنی میری فکر اور میری تحریر دراصل اس لیے وجود پاتی ہے کہ میری توجہ کا مرکز تیری ذات ہے جب میں تیرا وصف بیان کرتا ہوں تو کوئی ضروری نہیں کہ میرے پاس قلم اور تختی بھی ہو کیوں کہ فکر کی رسائی جو میرے پاس موجود ہے۔ وہ بھی تیرے ہی ذکر کو وجود بخشتی ہے۔

ہر ذرے میں وہ مہر دل افروز ہے رخشاں
سچ کہتے ہیں بیدار بیاں کیا ہے عیاں کا

حضرت بیدارؔ نے اللہ کے جمال کو مہر دل افروز یعنی دل کو روشن کرنے والا سورج کہا ہے اور کہتے ہیں جو ہستی ہر ذرے کے وجود میں ایک چمکتے دمکتے سورج کی طرح واضح اور آشکار ہو اور جسے ہر جگہ محسوس کیا جا سکے اس کو بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔

آنکھوں میں چھا رہا ہے از بسکہ نور تیرا
ہر گل میں دیکھتا ہوں رنگ ظہور تیرا(۳۰)

بیدارؔ کہتے ہیں کہ چوں کہ انسان کی آنکھوں کی بینائی تیرے لازوال نور کی مرہون منت ہے اسی لیے آنکھوں میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جس پھول کی طرف بھی دیکھتی ہیں انھیں تیرا ہی رنگ اور تیرا ہی اظہار قدرت نظر آتا ہے۔ بالالفاظ دیگر دیکھنے کی صلاحیت آنکھ کا کمال نہیں بلکہ تیری عطا کردہ توفیق نظر کا کمال ہے۔

"ٹک دیدۂ دل کھول کے تو دیکھ کہ رخشاں
ہر ذرۂ حادث میں ہے خورشید قدم کا"(۳۱)

بیدارؔ کا کہنا ہے کہ اے انسان تو ذرا اپنے دل کی آنکھوں کو کھول کے دیکھ کہ ہر ذرہ جو ذات خدا کی تخلیق ہے اس میں اس کی جھلک نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ تو قدیم ہے اور باقی ہر چیز حادث (نئی ایجاد کردہ) ہے۔ اور خدا ہر شے کو عدم سے وجود میں لایا ہے اس کی ذات اتنی روشن ہے کہ مثل سورج کے ہے اور اس کی روشنی ہر مخلوق میں موجود ہے گویا ہر ذرے میں اس کی قدامت کا سورج روشن ہے۔

"بیدارؔ! جہاں میں ہے جو مرد دنیا
کھینچے ہے ہمیشہ رنج و درد دنیا
چاہے کہ قدم رکھے تو راہ حق میں
دامن کو نہ لگنے دیجو گرد دنیا"(۳۲)

حضرت بیدارؔ اپنی اس رباعی میں ہوش مند اور بیدار لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ وہ اس دنیا میں کبھی آرام سے نہیں رہتے بلکہ ہمیشہ دنیا کے رنج و غم کا شکار رہتے ہیں ان کا احساس تلخ حقائق سے انھیں بیدار و باخبر رکھتا ہے اور وہ اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے بیدارؔ اگر تو چاہتا ہے کہ سچائی کے راستے میں قدم رکھے یعنی صراط مستقیم اختیار کرے تو تجھے چاہیے کہ اپنے دامن کو دنیا طلبی کی گرد سے آلودہ نہ ہونے دے۔

بقاؔ:

"۱۶۹۹ء—۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۹۱ء—۱۲۰۶ھ

محمد بقا اللہ تخلص بقاؔ، حافظ لطف اللہ کے بیٹے تھے۔ان کی ولادت اکبر آباد (آگرہ) میں ہوئی لیکن نوجوانی میں لکھنؤ میں آکر رہنے لگے تھے۔ لطفؔ کا بیان ہے کہ بقاؔ کا انتقال کربلائے معلی اور نجف اشرف کی زیارت کے دوران میں ہوا۔ یہ سفر انھوں نے ۱۲۰۶ھ (مطابق ۱۷۹۱ء) میں کیا تھا انھوں نے ایک دیوان چھوڑا ہے جو ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں ہے۔"(۳۳)

تری الفت میں ہر سلطاں کو رتبہ ہے گدائی کا
سوا تیرے کسے زیبندہ ہے دعوی خدائی کا

یہ اللہ تبارک و تعالی کی عنایت و محبت کا فیض ہے کہ کائنات کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کی گدائی کا شوق رکھتا ہے اور گدائی حاصل ہو جاتی ہے تو اسے اطمینان اور فخر حاصل ہوتا ہے یہ رب ذوالجلال کی مہربانی ہی تو ہے کہ وہ کسی کو اپنی فقیری کا شرف بخش دے۔اے رب مہربان اے ارض و سماوات کے مالک تجھے ہی تو اپنی قدرت کاملہ کی بنیاد پر تمام مخلوقات عالم پر خدائی کا استحقاق ہے یعنی تجھے ہی خدائی کا منصب زیب دیتا ہے۔

پابند دل ہوا جو تمھارے خیال کا
ہر دم ہے پیش چشم تصور جمال کا

اے مالک دوجہاں جس دل میں تیرا خیال بس جاتا ہے یعنی جس دل کو تیری محبت حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے پیش نظر ہر وقت تیرا ہی جمال و کمال رہتا ہے وہ ہر چیز میں تیرے ہی حسن کے جلوے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اسے ہر جگہ تیری ہی قدرت کے مظاہر نظر آتے ہیں۔

ہر عاشق دل سوختہ، دیوانہ ہے اس کا
وہ شمع تجلی ہے یہ پروانہ ہے اس کا

جس بندے کے دل میں اللہ کی محبت کی آگ (سوزش) پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کا دیوانہ ہو جاتا ہے یعنی اسے سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک شمع کے گرد پروانے منڈلاتے رہتے ہیں حالاں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ان کی تڑپ بڑھ جاتی ہے تو وہ شمع کے قریب ہونے کی وجہ سے جل تک جاتے ہیں یعنی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں اگر ہم ایک دوسرے زاویے سے دیکھیں کہ جب انسان کو صاحب عقل و فراست ہونے کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالی کے عشق کا نور حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اس سے قریب سے قریب تر ہونا چاہتا ہے یعنی آہستہ آہستہ وہ اپنی ہستی مٹاتا چلا جاتا ہے اور اس کا عشق حقیقی مادی اعتبار سے تو اسے فنا کر دیتا ہے لیکن روحانی اعتبار سے وہ منصب بقا پر فائز ہو جاتا ہے۔

بخش دے گا نامۂ اعمال کو رب کریم
دست عصیاں میں جو تو اپنا لکھا لے جائے گا(۳۴)

بقااللہ بقاؔ کا یہ شعر ایک منفرد طرز بیان رکھتا ہے ایک معروف صورت حال تو یہ ہے کہ حشر کے میدان میں ہر انسان کے ہاتھ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا نامۂ اعمال یا تو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جن لوگوں کے دائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال دیا جائے گا وہی لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے اور جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا وہ جہنمی قرار پائیں گے مگر شاعر اس شعر میں ایک نئی بات کہتا ہے کہ وہ شخص جس نے اپنا نامۂ اعمال یا اپنے گناہوں کا دفتر خود قلم بند کیا ہو اور وہ اس دفتر کو بارگاہ مالک حقیقی میں خود پیش کرے تو یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے اعتراف گناہ اور اس سے پیدا ہونے والی ندامت کے صلے میں اس کو بخش دے گا۔

انشاؔء:

"سید انشاء اللہ خاں نام انشاء تخلص ۱۷۵۶ء بمطابق ۱۱۷۰ھ اور ۱۷۵۸ء بمطابق ۱۱۷۲ھ کے درمیان مرشد آباد میں پیدا ہوئے۔ بزرگ نجف اشرف سے آکر دلی میں بس گئے تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور ہندی زبانوں میں نظم کی یکساں قدرت رکھتے تھے۔

عمر کا آخری زمانہ گوشہ نشینی اور کس مپرسی کی حالت میں گزار کر بمقام لکھنؤ ۱۸۱۷ء بمطابق ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔"[۳۵]

انشاء اللہ خاں اپنے اس قصیدے کے حمدیہ اشعار میں کمال کے مضامین نکالتے ہیں جو ان کی قدرت کلام اور ان کے کمال علم کا اظہار کرتے ہیں۔

اے خداوند مہ و مہر و ثریا و شفق
لمحہ نور سے ہے تیرے جہاں کو رونق

مطلع میں فرماتے ہیں کہ اے چاند سورج، ثریا (ایک ستارے کا نام) اور شفق کے خالق تیری ہی نور فشانی سے اس کائنات کو چمک اور رونق عطا ہوئی ہے۔

بیٹھ کر مکتب ابداع میں تو نے کھولے
دفعتاً نسخۂ افلاک کے جوں سات ورق

تو ہی وہ ذات ہے جس نے ایجاد و اختراع کا ارادہ کیا تو ایک دم سات افلاک پیدا کر دیئے۔

خلق انساں کو کیا نامیہ اس کو بخشی
ہئیت جسم کو کر کے متشکل ز علق

اور پھر انسان کو نطفے سے خلق کیا اور درجہ بہ درجہ اس کو نمو بخش کر کامل اور مضبوط کیا اور ایک متناسب جسم بخشا۔

سمع و ذوق و بصر و لمسو شم و ہم خیال
بن کہے تو نے دیئے ہم کو کریم مطلق

اے رب کریم تیری ہی وہ ذات ہے جس نے انسان کو گوں نہ گوں نعمات سے نوازا اور قوت سماعت و ذائقہ و بصارت و لمس و شامہ (سونگھنے

کی قوت)اور فکر و خیال کی صلاحیت سے نوازااور یہ ساری عنایتیں تو نے بغیر کہے عطا کیں۔

روز و شب حضرت خلاق ترے حکم میں ہیں

عرش ولوح و قلم و شش جہت و ہفت طبق (۳۶)

اے خلاق اکبر تیری ہی وہ عظیم ذات ہے کہ جس کے حکم کے عرش ولوح و قلم اور چھ سمتیں اور سات طبق تابع ہیں۔یعنی کل کائنات تیرے ہی حکم سے رواں دواں ہے!

بیاںؔ:

"بیاںؔ نے جس ماحول میں پرورش پائی وہ بڑا پر آشوب دور تھا، مغلیہ حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ بیاںؔ کی وفات ۱۲۱۱ھ میں ہوئی اور شاہ عالم ثانی کی ۴۷ سالہ حکومت ۱۲۱۲ھ میں اختتام کو پہنچی۔"(۳۷)

"کیا کیجے بیاں اس کے وجوب اور قدم کا

طاقت نہ زباں کی ہے، نہ مقدور قلم کا"(۳۸)

شاعر کہتا ہے کہ کسی بات کے اظہار کے لیے یا تو زبان کام میں آتی ہے یا قلم، یعنی یا"کہا" جاتا ہے یا"لکھا" جاتا ہے لیکن اللہ تبارک و تعالی کی ذات وہ ناقابل بیان ذات ہے کہ اس کی وضاحت کے لیے نہ زبان ہی کام آسکتی ہے نہ قلم۔ حد تو یہ ہے کہ اس کی ذات احاطۂ فکر و عقل میں بھی نہیں سماتی۔اب یہ ایک علمی نکتہ ہے کہ کوئی بھی ممکن چیز واجب الوجوب کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ مخلوق کبھی بھی یہ تعین نہیں کر سکتی کہ خالق کیا ہے، کیسا ہے کہاں ہے، کب سے ہے، کب تک ہے کیوں ہے، وہ اس قدر قدیم ہے کہ اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور وہ اس قدر باقی اور لافانی ہے کہ اس کے بعد کچھ نہیں ہوگا نہ ہو سکتا ہے وہ ہر فاصلے اور زمانے سے ماوراء ہے۔

"اگر ہزار برس تک بیاں کروں تقریر

تو ہو سکے نہ ادا مجھ سے شکر حی قدیر"(۳۹)

حضرت بیاںؔ اپنے قصیدے کے مطلع میں رب العزت کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ہزار برس تک شکر رب میں صرف کر دیئے جائیں تو بھی اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس موقع پر غالبؔ کا ایک شعر یاد آگیا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حزیںؔ:

"(میر) محمد باقر نام، دہلی کے رہنے والے تھے۔ غزلوں میں شیرینی سے زیادہ گداز ہے، قریب قریب ہر صنف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے۔ غزل کا خاص رنگ ہے۔ مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے۔ دیوان اردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے۔"(۴۰)

"یہ زبان کیا کر سکے اس ذات برتر کی ثناء
کب سکے مخلوق کر خلاق اکبر کی ثناء"(۴۱)

اللہ تبارک و تعالی کی عظمت و برتری کا اظہار کوئی زبان نہیں کر سکتی۔ کسی عقل میں یہ طاقت نہیں کہ اس کی ذات کی وسعتوں کا ادراک کر سکے وہ احسن الخالقین ہے وہ خلاق اکبر ہے مخلوق کی کیا مجال کہ اس کی مدحت کا حق ادا کر سکے قرآن نے ایک جگہ فرمایا کہ اگر تم اس کی نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو گن نہیں سکتے تو پھر ایک مداح زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار نعمتیں گن کر فکر کے گھوڑوں کو باندھ دے گا اور قلم رکھ کر اپنی عاجزی کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

نوٹ: حزیںؔ کے زمانے میں کچھ بعید نہیں کہ مصرعے کے الفاظ کی ترتیب یہی ہو لیکن مصرعۂ ثانی کتنا خوبصورت ہوتا اگر یوں باندھا جاتا:

کر سکے مخلوق کب خلاق اکبر کی ثناء

راسخؔ:

"آپ کا نام راسخؔ عظیم آبادی ہے۔ آپ کی ولادت کا سال ۱۱۶۲ ہجری ہے لیکن سال وفات میں اختلاف ہے۔ مصنف گل رعنا، گلشن خار کے حوالے سے سال وفات ۱۲۴۰ ہجری لکھتے ہیں۔"(۴۲)

راسخؔ مرحوم نے کسی کی ہجو سے اپنے دامن شاعری پر کبھی دھبہ نہیں آنے دیا۔ راسخ نے دنیا کو چشم حقیقت سے اس کے اصلی رنگ میں دیکھا اور کبھی اس کی ظاہری آرائش کے گرویدہ نہ ہوئے۔ مادی دنیا کو کبھی روحانی دنیا پر ترجیح نہ دی۔

"دل کے کاشانے کا دیا ہے عشق
شمع ایوان کبریا ہے عشق"(۴۳)

شاعر اس شعر میں مرتبۂ عشق کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ عشق ہی ہے جو اللہ تبارک و تعالی کی کبریائی اور عظمتوں کا کچھ تھوڑا بہت ادراک کر سکتا ہے جس منصب سے عقل محروم ہے معرفت توحید دل اور عشق کا معاملہ ہے عقل و خرد کا نہیں اگر ہم اللہ تعالی کی عظمت اور بڑائی کو ایک ایوان (قصر) تصور کریں تو اس میں جو شمع روشن ہے وہ عشق ہے اور چوں کہ دل مومن کو اللہ کا گھر کہا گیا ہے اس لیے اس میں جو چراغ جل رہا ہے وہ عشق کا چراغ ہے۔

زہے جاں آفریں جس نے جہان وجاں کیا پیدا
کف خاک سیہ سے صورت انساں کیا پیدا

راسخؔ عظیم آبادی بہت محبت اور احترام کے ساتھ رب ذوالجلال کی ثناء کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ وہ ذات کتنی عظیم ہے جس نے اس کائنات کو اور احسن تقویم کے مصداق کو خلق کیا وہ رب اتنا قادر مطلق ہے کہ اس نے ایک مٹھی بھر کھنکھناتی ہوئی سیاہ مٹی سے انسان کی حسین صورت کو بنا ڈالا۔

رخ زیبا دیا گل کو، دل بے صبر بلبل کو

اسے خنداں کیا پیدا، اسے گریاں کیا پیدا

اللہ کی مختلف النوع تخلیقات کا ذکر کرتے ہوئے راسخؔ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک طرف خوبصورت پھول پیدا کیا اور دوسری طرف اس پھول کے دیدار کی چاہت رکھنے والی بے تاب بلبل کو پیدا کیا جو پھول کی صورت میں مسکراہٹ لیے ہوئے ہے اور بلبل کی شکل میں گویا مضطرب اور اشک بار ہے۔

ہے اس کی جستجو واجب سبھوں پر جس نے اے راسخؔ

بہ ایں خوبی و رونق عالم امکاں کیا پیدا(۴۴)

راسخؔ اپنے مقطع میں فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق پر اپنے خالق کی تلاش واجب ہے بالخصوص انسان پر کہ جو ذی عقل و شعور ہے اس کو چاہیے کہ وہ کائنات میں پائے جانے والے اپنے رب کے مظاہر سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرے کہ جس نے انتہائی خوبی اور تناسب و توازن سے اس دنیا کو پیدا کیا۔

ہدایتؔ:

"نام: ہدایت اللہ خاں، متوفی: ۱۲۱۵ہجری"(۴۵)

اللہ رے کارخانۂ تقدیر ذوالجلال

یہ اعتبار ہستیٔ بے اعتبار کو

جناب ہدایتؔ جب کائنات کو گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو اس کی بناوٹ اور ایک انتہائی منضبط نظام دیکھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں اور اس حیرت و استعجاب اور مسرت خیز کیفیت میں کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالی کی قدرت کاملہ کے مظاہر کا یہ کارخانہ کتنا عجیب ہے کہ اس نے فنا ہو جانے والی ہستی کو بھی کس قدر پائیدار اور معتبر انداز میں خلق کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز بہت مختصر وقت کے لیے بنا رہا ہوں مگر پھر بھی اس چیز کو اتنی کاملیت کے ساتھ بنایا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جائے۔ اللہ اکبر!

توحید کی حمد و ثناء کے موضوع پر جناب ہدایتؔ کا مذکورہ شعر ایک نادر روزگار شعر ہے۔

کہتے ہیں قیامت بھی ہوئی ہم تو ہدایتؔ

افسوس کہ محروم ہیں دیدار سے اب تک(۴۶)

ہدایتؔ کا یہ شعر بھی توحید کے حوالے سے ایک اہم شعر ہے کہ اس میں انھوں نے اللہ تبارک و تعالی کی عدم رویت کا عقیدہ شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ عاشق یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے محبوب حقیقی کا دیدار دنیا میں تو کہیں اور کبھی نہیں ہوا چلو قیامت میں اسے دیکھ لیں گے مگر قیامت برپا ہوئی تو بھی عاشق کی نظریں چہرۂ محبوب کے دیدار سے محروم رہیں۔

خلاصۂ بحث

اللہ تبارک و تعالی کو یکتا و یگانہ اور ہر احتیاج سے بے نیاز ماننا اس کے بارے میں حی و قیوم، عالم، مدرک، مرید، متکلم، صادق و قدیم کا عقیدہ رکھنا ہی اہل اسلام کے دین کی جان ہے۔ چناں چہ ہم نے مغلیہ عہد کے اردو ادب پر اسی زاویے سے نگاہ ڈالی اور اس عہد کی اصناف سخن میں توحید کے رنگ و آثار تلاش کیے۔

نتیجتاً ہم نے دیکھا کہ اس عہد کے شعراء کی مثنویوں، غزلوں، نظموں، رباعیوں اور قصیدوں وغیرہ میں حمدیہ کلام کی شکل میں یہ آثار و مظاہر موجود ہیں جو اس آرٹیکل میں بیان کر دیے گئے ہیں جو مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کو اردو شاعری سے ثابت کرتے ہیں اور اسے مضبوط بنانے میں ایک مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔

دوسری طرف غیر مسلم قارئین سے عقیدۂ توحید کا تعارف کراتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالی کی وحدانیت کا نور ان کے قلوب و اذہان میں منتقل کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1. البقرۃ،۲:۱۳۸
2. سیوطی، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر، تفسیر در منثور، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۲۰۰۶ء، جلد اول، صفحہ ۳۷۴
3. قرائتی، الحاج آقائے شیخ محسن، تفسیر نور، مولانا سید مجیب الحسن نقوی، مصباح القرآن ٹرسٹ، الحمد گرافکس، لاہور، ۲۰۱۵ء، جلد اول، ص ۲۵۵۔
4. فتح پوری، علامہ نیاز، اصناف شاعری نمبر، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، نگار، عارف نیاز آفسٹ پریس، کراچی، نومبر و دسمبر ۱۹۶۷ء، ص ۱۲۳۔
5. الدین، الحاج مولوی فیروز، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، س ن، ص ۱۲۰۴
6. صدیقی، ابوالاعجاز حفیظ، کشاف، تنقید، اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اظہار سنز پرنٹرز، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۹۔۱۳۰۔
7. فتحپوری، اصناف شاعری، ص ۲۱۹۔
8. صدیقی، کشاف، ص ۱۴۲۔
9. آسیؔ، مولانا عبدالباری، مثنویات میر حسنؔ، نول کشور پریس، جنوری ۱۹۴۵ء تیرھویں بار، ص ۱۔۳
10. الجمعۃ،۶۲:۱
11. الشوری،۴۲:۱۱
12. قریشی، ڈاکٹر وحید، مثنویٔ سحر البیان، منصور پریس، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۳۵۔
13. حنفی، پروفیسر مظفر، انتخاب کلام میر حسنؔ، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۱ء۔ ۲۰۰۰ء، ص ۳۷
14. نویدی، علیم صبا، جہان اردو رباعی، اردو پبلی کیشن، تامیل ناڈو، ۲۰۱۱ء
15. نقوی، سبط محمد، انتخاب ریختی، اتر پردیش اردو اکادمی، میرس نشاط پریس، فیض آباد، ۱۹۸۳ء، پہلا ایڈیشن، ص ۸۔
16. خاں، ڈاکٹر صابر علی، سعادت یار خاں رنگینؔ، انجمن ترقی اردو، انجمن پریس، کراچی، ۱۹۵۶ء، ص ۱۵۴۔

17. سروری، تحسین، مسدس رنگین، ادارۂ ترقیٔ ادب، کلیم پریس بلڈنگ، کراچی، ۱۹۵۲ء، ص ۱۷۔
18. خاں، محمد عبدالجبار، محبوب لزمن تذکرۂ شعرائے دکن، مطبوعہ رحمانی، ۱۳۲۹ھ، ص ۹۳۹۔۹۴۰
19. خواجہ، مشفق، شاہ قدرت، شاہ قدرت اللہ قدرت، مطبوعہ مجلۂ تحقیق، لاہور، ۱۹۷۹ء
20. برکت اللہ، شیخ محمد، اظہار قدرتؔ، نول کشور، گوالیار، ص ۲، س ن
21. مہذب، حضرت، آیات مصحفیؔ، انجمن محافظ اردو، منصور نگر، نیا محل، لکھنؤ، مارچ ۱۹۵۳ء، نمبر ایک، ص ۴۔۱۰۔
22. لکھنوی، اسیر و امیر مینائی، دیوان مصحفیؔ، خدابخش اورینٹل لائبریری، لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۴۔
23. نقوی، ڈاکٹر نورالحسن، کلیات مصحفیؔ، مجلس ترقیٔ ادب، مطبع عالیہ ۱۲۰/۵ ٹمپل روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۴۹ء، طبع اول، ص ۴۰۷۔
24. ایضا، ص ۴۰۹۔
25. جالبی، ڈاکٹر جمیل، قلندر بخش جرأتؔ، لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی، ۸، نومبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۶
26. حسن، پروفیسر ڈاکٹر اقتدا، کلیات جرأتؔ، مجلس ترقیٔ ادب، لاہور، ۱۹۶۸ء، باراول، ص ۲۰۶
27. ایضا، ص ۲۱۴۔
28. خاں، ایم حبیب، انتخاب کلام جرأتؔ، انجمن ترقیٔ اردو، نئی دہلی، ۱۹۶۴ء، باراول
29. دہلوی، شاہ میر محمدی بیدارؔ، دیوان بیدارؔ، محمد حسین محویؔ، شاہی پریس ٹر پلیکیشن، مدراس، ۱۹۳۵ء، ص ۴۔۵۔
30. ایضا، ص ۱۔۲۔۳۔
31. قدوائی، جلیل احمد، دیوان بیدارؔ، ہندوستانی اکیڈمی، یوپی، ۱۹۳۸ء، ص ۹
32. دہلوی، دیوان بیدارؔ، ص ۱۳۲
33. فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد، دیوان بقاؔ، شعبۂ اردو یونیورسٹی، یونین پرنٹنگ پریس، دہلی، ص ا، ب، س ن
34. عشرتؔ، خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب، آب بقاؔ، پروپرائیٹر نامی پریس، لکھنؤ، یکم جنوری ۱۹۱۸ء، ص ۴۔
35. کاظمیؔ، ناصر کاظمی، انتخاب انشاء، باقر سلطان کاظمی، نیاز جہانگیر پرنٹرز، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲، بار دوئم، ص ۱۳
36. عابدی، ڈاکٹر تقی، انشاءاللہ خان انشاءؔ، القمر انٹرپرائزز، لاہور، س ن
37. بیاںؔ، خواجہ احسن اللہ خاں، دیوان بیاںؔ، ثاقب رضوی، اعلی پرنٹنگ پریس، دہلی، ص ۱۹۔۲۰۔
38. آرا، ارجمند، دیوان بیاںؔ، ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۷۹
39. بیاںؔ، دیوان بیاں، ص ۵۷
40. کیفیؔ، مولوی محمد مبین، جواہر سخن، ہندوستانی اکیڈیمی، الہ آباد، ۱۹۳۳ء پہلی جلد، ص ۳۲۸
41. موہانی، سید فضل الحسن حسرتؔ، انتخاب دیوان حزیںؔ شاگرد مرزا مظہر، اردو معلی، کانپور، س ن۔
42. عظیم آبادی، حضرت حمیدؔ، راسخ، انجمن نوبہار ادب، پٹنہ، باراول، س ن، ص ۱۸۔۵۱
43. ایاز، ڈاکٹر شکیب، دیوان راسخ عظیم آبادی، خدابخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، ۲۰۰۶ء ص ۱۱۵۔
44. عظیم آبادی، نوبہار ادب، ص ۶۷۔

45. شیفتہ، نواب محمد مصطفی خاں، تذکرۂ گلشن بے خار، مجلس ترقی ادب، زرین آرٹ پریس، ۱۹۷۳ء، طبع اول، ص ۶۴۳۔
46. مصحفی، غلام ہمدانی، تذکرۂ ہندی، اترپردیش اردو اکادمی، میرس وجیتا آفسٹ پرنٹرس، لکھنؤ، ۱۹۸۵ء، ص ۲۸۱

References

1. Al-Baqrah , 2 : 138
2. Siyouti,Imam Jalaal-ud-Deen Abdul Rehman Abi Baqr,Tafseer-e-Durr-e-Manshoor, Peer Muhammad Karam Shah Al-Azhari, Zia-ul-Qur'an Publication, Lahore,November 2006, Jild-e-Awwal, page #374.
3. Qiraati,Al-Haaj Aaqa-e-Sheikh Mohsin, Tafseer-e-Noor, Maulana Syed Mujeeb-ul-Hasan Naqvi, Misbah-ul-Qur'an Trust, Al-Hamd graphics, Lahore,2015,Jild-e-Awwal,page #255.
4. Fathaypuri,Allama Niaz, asnaaf-e-shairi number, Doctor Farman Fathaypuri,Nigaar,Arif Niaz ofsait press, Karachi, November or December 1967,page #123.-
5. Addeen,Al-Haaj Maulvi Feroz, Feroz-ul-Lughaat urdu, Feroz sons limited, Lahore,page #1204.
6. Siddiqui,Abul Aijaz Hafeez, Kashshaaf, Tanqeed, istilahaat, muqtadra quomi zabaan, izhaar sons printers, Lahore, 1985, page #129-130.
7. Fathaypuri,Asnaaf-e-shairi,page #219.
8. Siddiqui, Kashshaaf,page #142.
9. Asi,Maulana Abdul Baari, masnaviyaat-e-Meer Hasan, Navil Kishor press, January 1945 taarhveen baar, page #1-3.
10. Al-Juma ,62 : 01
11. Al-Shura ,42 : 11
12. Qureshi,Dorctor Waheed,masnavi,sahrul bayaan,Mansoor press,Lahore,1966,page #35.
13. Hanafi,Professor Muzaffar,Intikhab-e-kalaam-e-Meer Hasan,urdu academy, Dehli,1991-2000,page #37.
14. Navaidi,Aleem Saba, jahan-e-urdu rubaee,urdu publication,Tameel Nado,2011.
15. Naqvi,Sibt-e-Muhammad,intikhaab-e-raakhti,Uttarpardaish urdu academy,Meeras nishaat press, Faiz-e-abad,1983.
16. Khan,Dr.Sabir Ali,Saadat Yaar Khan Rangeen,Anjuman-e-taraqqi urdu,anjuman press,Karachi,1956,page #154.
17. Sarwari,Tahseen,musaddas-e-Rangeen,idara-e-taraqqi-e-adab,Kaleem press building, Karachi,1952,page #17.
18. Khan,Muhammad Abdul Jabbar,Mehboob lizman tazkira-e-shora-e-Daccan,matboa-e-Rehmani,1329(hijri),page #939-940.
19. Khuwaja,Mushfiq,Shah Qudrat Allah Qudrat, matboa mujalla-e-tahqeeq,Lahore,1979.
20. Barkat Allah,Sheikh Muhammad,Izhaar-e-Qudrat, Nival Kishor,Gawaliyaar,page #2.
21. Mohazzib,Hazrat,Aayaat-e-Mushafi, anjuman-e-Mohafiz urdu, Mansoor nagar,naya mahal,Lakhnow,March 1953, number o1,page #4-10.
22. Lakhnavi,Aseer or Ameer Meenai,Dewaan-e-Mushafi,Khuda Baksh Oriental library,Liberty art press,New Dehli,1990,page #34.
23. Naqvi,Dr.Noor-ul-Hasan,Kulliyaat-e-Mushafi,Majlis-e-taraqqi-e-adab,matba aaliya120/5 Timpel road,Lahore,January 1949,taba-e-awwal,page #407.
24. Ditto,page #409.
25. Jalibi,Dr. Jameel,Qalander Buksh Jurrat,Liberty art press,new Dehli,8 November ,1989,page #16.
26. Hasan,Prof:Dr.Iqtida,Kulliyaat-e-Jurrat,majlis-e-taraqqi-e-adab,Lahore,1968,baar awwal,page #206.
27. Ditto,page #214.

28. Khan,M.Habib,Intikhab-e-kalaam-e-Jurrat,Anjuman taraqqi-e-urdu,new Dehli,1964, baar awwal.
29. Dehlavi,Shah Meer Muhammadi Baydaar, Deevaan-e-Baydaar,Muhammad Husain Mehvi,Shahi press triplication,Madraas,1935,page #504.
30. Ditto,page #1-2-3.
31. Qudwae,Jaleel Ahmed,Deevaan-e-baydaar,Hindustani academy,U.P,1938,page #9.
32. Dehlavi,Deevaan-e-Baydaar,page #132.
33. Farooqui,Prof: Khwaja Ahmed,Shob-e-urdu University,Union printing press, Dehli,page #alif or bay, sun nadarad.
34. Ishrat,Khwaja Muhammad Abdul Rauf sahab,Aab-e-baqa,Proprieter name press,Laknow,yakum january1918,page 4.
35. Kazmi,Nasir,Intikhaab-e-Insha,Baqir Sultan Kazmi, Niaz Jahangeer printers,Lahore,September 2002, baar dovim,page #13.
36. Aabidi,Dr.Taqi,Insha Allah Khan Insha, Al-Qamar inter prises,Lahore, sun nadarad.
37. Bayaan, Khuwaja Ahsan Allah Khan,Deevaan-e-Bayaan,Saqib Rizvi,Aala printing press,Dehli,page #2019.
38. Aara,Arjumand,Deevan-e-bayaan,Samar ofsat printers,new Dehli,2004,page #79.
39. Bayaan,Deevaan-e-bayaan,page #57.
40. Kaifi,Maulvi Muhammad Mubeen,Jawahir-e-sukhan,Hindustani academy,ILha abad,1933,pehli jild,page #328.
41. Mohani,Syed Fazlul Hasan Hasrat,Intikhaab-e-Deevaan-e-Hazeen shagird-e-Mirza Mazhar,urdu moallah,Kaanpore, sun nadarad.
42. Aleemabadi,Hazrat Hameed,Rasikh,anjuman-e-naubahar-e-adab,Patna,baar awwal,page #18-51,sun nadarad.
43. Ayaz,Dr.Shakaib,Deevaan-e-Rasikh Azeemabadi,Khuda Buksh oriential Library, Patna,2006,page #115.
44. Azeemabadi, Naubahaar-e-adab,page #64.
45. Shafta,Nawab Muhammad Mustafa Khan,Tazkira-e-Gulshan-e-bay Khaar,Majlis-e-taraqqi-e-adab,Zarren art press,1973,tabaa-e-awwal,page #643.
46. Mushafi,Ghulaam Hamdani,Tazkira-e-Hindi, Uttarpardaish urdu academy,Meeras or Jeeta ofsat printers,Lakhnow,1985,page #281.